رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر

آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ | شمارہ ۴۴

اداریہ

کانفرنس کی خبریں۔

۱۳ نومبر کو مجلس استقبالیہ کا جو جلسہ "بچوں کا گھر" دریا گنج میں ہوا اس میں کانفرنس کی تیاریوں کا جائزہ لیا گیا اور حسب ذیل فیصلے کیے گئے۔

(۱) کانفرنس اب بجائے ۲۸، ۲۹، ۳۰ دسمبر کے ۲۹، ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہوگی۔

(۲) افتتاحیہ اجلاس ۲۹ دسمبر کو تین بجے سہ پہر میں وگیان بھون نئی دہلی میں ہوگا۔

(۳) کانفرنس کے باقی اجلاس ۳۰ اور ۳۱ دسمبر کو ایوان غالب ماتا سندری لین نئی دہلی میں ہوں گے۔

(۴) مجلس استقبالیہ کے حسب ذیل عہدہ داروں کا انتخاب ہوا۔

صدر:- کرنل بشیر حسین زیدی۔

نائب صدر:- سبھدرا جوشی ایم۔ پی۔ رنبیر جی۔ مفتی عتیق الرحمٰن۔ کنور مہندر سنگھ بیدی۔ حیات اللہ انصاری۔ گوپال متل۔

سکریٹری:- صدر انجمن پنڈت آنند نرائن ملا مجوزہ ناموں میں سے اعلان کریں گے۔

جوائنٹ سکریٹری:- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ ڈاکٹر خلیق انجم۔ بہار برنی۔ عبداللطیف اعظمی۔

نمائش کمیٹی کنوینر:- ڈاکٹر قمر رئیس۔

اس موقع پر وزارت اطلاعات و نشریات کی طرف سے تیار کردہ اقبال نمائش بھی ہوگی جس کے لئے مواد جگن ناتھ آزاد نے بڑی محنت سے فراہم کیا ہے۔

مجلس استقبالیہ کی ممبرسازی تیزی سے جاری ہے۔ نومبر میں دو پوسٹر بھی شائع ہوں گے۔ ایک پریس کانفرنس دسمبر کے پہلے ہفتے میں اور دوسری کانفرنس کے بعد ہوگی۔ مجلس استقبالیہ کا اگلا جلسہ ۲۴ نومبر کو ساڑھے پانچ بجے "بچوں کا گھر" دریا گنج دہلی میں ہوگا۔ ریاستی شاخوں کو نمائندوں کے کوٹے کے نام اور سالانہ رپورٹ کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

اردو کے غیر مسلم مصنفین کی کانفرنس

۱۰ اور ۱۱ نومبر کو لکھنؤ میں اردو کے غیر مسلم مصنفین کی کانفرنس ہوئی۔ اس میں سو کے لگ بھگ مصنفین ہندوستان

کے مختلف گوشوں سے شریک ہوئے۔ ۱۰ کی صبح کو مجلس مضامین کا جلسہ ہوا۔ دو بجے ڈیلی گیٹ صاحبان کا اجلاس ہوا، جس میں سات قرار دادیں منظور کی گئیں۔ اس کی صدارت پنڈت آنند نرائن ملا نے کی۔ رات کو نو بجے سے مشاعرہ شروع ہوا۔ اس کا افتتاح یو۔پی کے نئے وزیر اعلیٰ جناب ہیم وتی نندن بہوگنا نے کیا اور صدارت جناب شیام کشن نرائن تمر نے کی۔ مشاعرے میں ساحر لدھیانوی، سردار جعفری، جگن ناتھ آزاد، خمار بارہ بنکوی، کنور مہندر سنگھ بیدی اور دوسرے ممتاز شعرا نے اپنا کلام سنایا۔ ۱۱ کو صبح پہلا مذاکرہ اردو سے ہمارے رشتے کے عنوان پر ہوا۔ اس اجلاس کا افتتاح پروفیسر آل احمد سرور نے کیا اور صدارت جناب دی رشنگر نے۔ اس میں ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے مقالات پڑھے اور سردار جعفری، جوش ملسیانی، ڈاکٹر محمد حسن، دواکر راہی اور دوسرے حضرات نے بحث میں حصہ لیا۔ ۱۱ کی سہ پہر کو ہم اردو کے طرفدار کیوں ہیں، کے عنوان پر مذاکرہ ہوا جس میں پنڈت آنند نرائن ملا اور فراق گورکھپوری نے تقریریں کیں اور مرشن چندر نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ ۱۰ کے ڈیلی گیٹ اجلاس میں جو قرار دادیں پیش ہوئی تھیں، اُن کو اس کھلے اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کیا گیا اور طے ہوا کہ کنوینر رام لال قرار دادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب کارروائی کریں۔ یہ کانفرنس اُن تنگ نظر حضرات کا مسکت جواب ہے جو اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان سمجھتے ہیں۔ اس نے اردو کے قومی کردار کو اور واضح کیا ہے۔ کانفرنس کے لئے اس کے کنوینر رام لال سب اردو دوستوں کی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اڑیسہ میں انجمن کی نئی ریاستی شاخ

صدر انجمن نے جناب سہیل عظیم آبادی اور جنرل سکریٹری کے مشورے سے اڑیسہ کے لئے حسب ذیل ایڈہاک کمیٹی کی منظوری دے دی ہے۔ یہ کمیٹی فی الحال ریاستی شاخ بھی سمجھی جائے گی اور چھ مہینے کے اندر مقامی شاخیں قائم کرکے اُن کے نمائندوں کے اجلاس میں نئے عہدہ داروں کا انتخاب کرے گی۔

(پروفیسر) آل احمد سرور
جنرل سکریٹری

(۱) ڈاکٹر سید سیف اللہ ایم بی بی ایس۔ ایم ڈی ایم سی ایچ کنوینر (۲) جناب داؤد یوسف ملا صاحب۔ (۳) پروفیسر سید منظور حسن صاحب۔ (۴) پروفیسر سید مسیح اللہ۔ (۵) جناب امجد نجمی۔ (۶) پروفیسر کرامت علی کرامت۔ (۷) پروفیسر عبد المنان۔ (۸) پروفیسر الطاف حسین۔ (۹) پروفیسر اختر حسین (۱۰) پروفیسر منصور احمد کاکوی۔ (۱۱) ڈاکٹر مشتاق علی۔ (۱۲) جناب حفظ الباری۔ (۱۳) جناب یوسف احمد وکیل۔ (۱۴) جناب ضیاء الدین محمد یونس۔ (۱۵) پروفیسر حافظ الحسن۔ (۱۶) جناب فرحت زیدی۔ (۱۷) رشمی کانت پاریکھ راہی۔ (۱۸) پرنسپل کالی پرساد نگم۔ (۱۹) ترلوک ناتھ پنڈت انجم۔ (۲۰) جناب بہاء الدین ریاض (۲۱) جناب محمد یسین۔ (۲۲) جناب محمد ارشاد وکیل (۲۳) جناب محمد فیاض وکیل (۲۴) مرزا طاہر بیگ وکیل۔ (۲۵) جناب عتیق الدین۔ (۲۶) سید نفیس حسن حسن۔ (۲۷) محترمہ حشمت النساء بیگم۔ (۲۸) محترمہ شہنشاہ بیگم۔ (۲۹) جناب عبد الصمد وکیل (۳۰) جناب سعید رحمانی۔ (۳۱) مولانا محمد اطہر (۳۲) شری کانتھ چرن مسترا۔ (۳۳) سردار اودھم سنگھ۔ (۳۴) جناب شیخ عنایت اللہ۔

عبدالمغنی

انوکھی مسکراہٹ

یہ ڈاکٹر سید محمد محسن، صدر شعبہ نفسیات پٹنہ یونیورسٹی کے ان افسانوں کا مجموعہ ہے جو آج سے ۳۰ سال قبل لکھے گئے تھے۔ عنوان کتاب بننے والا افسانہ اردو ادب میں کافی معروف ہے اور جو لوگ محسن صاحب کو افسانہ نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں وہ بیشتر اسی افسانے کے ذریعے۔ یہ افسانہ ایک گہرا نفسیاتی مطالعہ ہے، جس میں انسانی نفس کی ایک تہہ عیاں کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ذہنی تعمیر کے دور میں شخصیت کے اندر کوئی گرہ پڑ جاتی ہے تو پھر وہ تا عمر کردار کا ایک زاویہ بن کر رہ جاتی ہے اور فرد اس کے آگے بالکل بے بس و مجبور ہوتا ہے۔ اسی قسم کے مطالعے مجموعے کے دوسرے تمام افسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ سبھی میں انسانی شخصیت کی تعمیر کے دوگونہ نفسیاتی عناصر، ورثہ اور ماحول، کا ناگزیر اثر دکھایا گیا ہے۔ ہر کردار اپنے لاشعور کی گہرائیوں میں سانس لیتا ہے اور اس کی شعوری زندگی کے تمام واقعات اسی پس منظر میں رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر افسانے کا عروج ایک چونکانے والا انکشاف پیش کرتا ہے، ایسا انکشاف جو قاری اور کردار دونوں کے لئے حیرت انگیز ہوتا ہے، اور اس سے انسانی شخصیت کی نیرنگی کا ایک جلوہ نمودار ہوتا ہے۔

اردو افسانوں میں نفسیات نگاری کی کوئی کمی نہیں، افسانہ صنف ہی ایسی ہے کہ اس کے ذریعے کرداروں کی نفسیات پیش کی جاتی ہے، چنانچہ ہر افسانہ نگار نفسیات انسانی کا کوئی نہ کوئی پہلو اپنی تخلیقات میں پیش کرتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ کامیاب افسانہ نگاری وہی ادیب کر سکتا ہے جس نے کافی حد تک انسانی نفسیات کا مطالعہ کیا ہو۔ لیکن اس عمومیت سے قطع نظر جہاں تک علم النفس کی ماہرانہ واقفیت کو فن افسانہ میں ڈھالنے کا تعلق ہے، اس کی کوشش اردو کے بہت ہی کم افسانہ نگاروں نے کی ہے۔ یوں جس وقت پریم چند کے بنیادی تجربات کے بعد افسانہ نگاری کی صنف اردو میں پروان چڑھ رہی تھی کئی افسانہ نگار ایسے ابھرے جنھوں نے اپنے فن میں نفسیات پر بہت زور دیا اور ان میں بعض کو نفسیات انسانی کا ماہر بھی سمجھ لیا گیا، مگر اس قسم کے بیشتر لکھنے والوں کا موضوع نفسیات کا صرف وہ پہلو تھا جس کو جنس کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سے ۳۰ سال قبل ترقی پسند تحریک کے ابھار کے زمانے میں مارکس کی اشتراکیت کے ساتھ ساتھ جس دوسرے عامل کا زور تھا وہ فرائڈ کی نفسیات تھی۔ لیکن فرائڈ کی نفسیات کو بالعموم جنس نگاری کا مترادف تصور کیا جاتا تھا اسی لئے ممتاز مفتی، حسن عسکری کے علاوہ منٹو اور عصمت جیسے افسانہ نگاروں کے یہاں نفسیاتی تجزیے کے نام سے بالعموم جنسی اثرات یا انحرافات کے مطالعے پیش کئے جاتے تھے۔

محسن صاحب نے اسی دور میں افسانہ نگاری کی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نفسیاتی مطالعے دوسرے افسانہ نگاروں کے نفسیاتی مطالعے سے مختلف ہیں۔ برخلاف دوسروں کے محسن صاحب کے افسانوں میں استاد کی پختگی ہے، دوسرے شوقیہ یا سنی سنائی عمومی قسم کی نفسیاتی کیفیتوں کو پیش کرتے ہیں، جب کہ محسن ماہرانہ واقفیت اور پیشہ ورانہ انداز کے ساتھ نفس انسانی کی گتھیوں کو آئینہ دکھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں جنس نگاری گویا نہیں ہے، اس لئے کہ جنس انسان کا ایک بنیادی جذبہ ہوتے ہوئے بھی فرد اور سماج کے لئے سب کچھ نہیں ہے، اور خود جدید نفسیات کے امام اول فرائڈ کا علمی سرمایہ محض جنسیات تک محدود نہیں۔ چنانچہ محسن کی افسانہ نگاری میں ان کے تخلیقی ذوق کے رنگ کے مطابق بعض جنسی اشارات کے باوجود جنسیات نگاری نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کے افسانوں میں نفسیات کا پورا تانا بانا جن دو عناصر پر مبنی ہے وہ علم النفس کے مسلمہ اصول، ورثہ اور ماحول ہیں۔ انسانی شخصیت کی تعمیر میں ان اصولوں کا عمل دخل، فرائڈ کے نظریے کے مطابق "ایام طفولیت" ہی میں ہوتا ہے اور جو کچھ ان ایام میں ہو جاتا ہے اسی کے اثرات و مضمرات زندگی بھر آدمی کا تعاقب کرتے ہیں۔ زیر نظر افسانوں میں نفسیات طفلی کے اس فرائڈی نظریے کی بڑی مستند و موثر ترجمانی کی گئی ہے۔ اسی طرح افسانوں میں رونما ہونے والے واقعات کی ترتیب و ارتقا میں بھی جگہ جگہ فرائڈ کے نظریۂ خواب سے کام لیا گیا ہے۔

بہرحال، "انوکھی مسکراہٹ" کے افسانوں کو پڑھ کر احساس یہ ہوتا ہے کہ محسن نے گویا بالقصد نفسیاتی تصورات کو افسانہ بنانے کی کوشش کی ہو، چنانچہ ان کے کرداروں اور ماجراؤں

کے سارے ڈھانچے نفسیات کے مجسّم نظریے معلوم ہوتے ہیں گرچہ محسن صاحب کا اپنا بیان یہ ہے کہ سبھی افسانے انھوں نے چند واقعات سے متاثر ہو کر لکھے لیکن یہ واقعہ اپنی جگہ ہے کہ ان واقعات کا مشاہدہ محسن صاحب نے ایک ماہر نفسیات ہی کی حیثیت سے کیا اور مشاہدے کے اسی زاویے پر انھوں نے اپنے فنکارانہ تصور و تخیل کی ساری عمارت کھڑی کر لی۔

اس طرح زیر نظر افسانوں میں جگہ جگہ عالم نفسیات اور افسانہ نگار ایک دوسرے سے دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ ایسا شاید اس لئے ہے کہ زیر نظر مجموعے کے تمام افسانے اس وقت لکھے گئے تھے جب محسن صاحب نے نفسیات میں فضیلت نئی نئی حاصل کی تھی اور افسانہ نگاری میں بھی ان کے تجربات کی ابتدا تھی، اس کے علاوہ فنکار کے لئے زندگی کے مشاہدہ و مطالعہ کا بھی آغاز تھا۔ اسی لئے ہمارے سامنے فن کے جو نمونے بر وقت ہیں ان میں نوخیزی کا ذوق و شوق نمایاں ہے اگرچہ پھر بھی ایک انفرادی استعداد کا جوہر درخشاں ہے۔

اس جوہر کی قدر و قیمت اس حقیقت سے متعین ہوتی ہے کہ ابتدائی تجربات ہونے کے باوجود ان افسانوں میں فن اور تکنیک کا احساس و عمل بہت بالیدہ ہے، بیشتر افسانے فنی اعتبار سے بالکل کامیاب اور تکنیک کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ خواہ افسانہ نگار کے تصورات کتنے ہی علمی ہوں مگر وہ ماجرا کی ترتیب اور کردار کی تشکیل کے گُر سے پوری طرح واقف ہے اور اس نے ایسے دلچسپ قصے بنے ہیں جن کو پڑھ کر لطف و اثر لیا جا سکتا ہے، ساتھ ہی افراد کی شخصیتوں کے بہتیرے اسرار و سربستہ کا انکشاف ہوتا ہے، اس سلسلے میں فنکار نے بڑی چابک دستی سے کام لیا ہے اور افسانوں کے عروج کی تعمیر میں بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے، ابتدا سے انتہا تک ارتقائے واقعات میں ایسا زبردست نظم و ضبط ہے کہ افسانہ یک سوئی کے ساتھ اپنے خاص موضوع کے اظہار کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور آخر میں ایک جھٹکے کے ساتھ نقطۂ عروج آ جاتا ہے، جہاں پہنچ کر کہانی تو ختم لیکن اصل تاثر شروع ہوتا ہے اور قاری عروج کی روشنی میں گویا نئے سرے سے پچھلے واقعات پر غور کر کے پورے معاملے کی اصل حقیقت کو پا لیتا ہے۔ اس انداز میں ڈرامائیت ضرور ہے، مگر افسانہ نگار نے انکشاف ذات کا جو مقصد اپنے سامنے رکھا ہے اس کے حصول کے لئے یہی طریق کار زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے، جب کہ اس انکشاف کو قابل قبول بنانے کے لئے فنکار پیش منظر کی تیاری میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔

محسن کا اسلوب بیان سادہ و رواں ہے، مگر عامیانہ نہیں، بلکہ مطالب کے اظہار اور الفاظ کے استعمال میں جدت کی کوشش بھی ملتی ہے، جس سے بعض وقت طریق تعبیر میں تازگی کا احساس ہوتا ہے، اگرچہ کبھی کبھی نامانوس اور اجنبی قسم کے فقرے بھی نظر آتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ محاورات و امثال کی خامی بھی دکھائی پڑتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ افسانہ نگار ایک منفرد اسلوب کی تلاش میں ہے اور گرچہ وہ روایتی انداز تحریر کے سلیقوں سے واقف ہے لیکن الفاظ و محاورات کو اپنے ایک خاص طرز نگارش کی طرف بھی موڑنا چاہتا ہے، بہر حال جدت و اختراع کی یہ کوشش بہت معمولی اور ابتدائی ہے اور اس میں بہت کچھ جھول بھی ہے، ورنہ عام طور پر ایک صاف و سادہ اور مروجہ و مانوس نثر استعمال کی گئی ہے، جس میں نمی اور روانی ہے، سلاست اور لوچ ہے۔

ڈاکٹر محمد محسن ملک گیر شہرت کے ایک ماہر نفسیات ہیں اور اپنے کارناموں کے لئے بیرون ملک بھی جانے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ہی بڑا اچھا ادبی ذوق بھی رکھتے ہیں، احساسات و تخیلات کی دولت سے بھی مالا مال ہیں، تجربات کی بھی ان کے پاس کمی نہیں، اور درد دل بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ حالیہ چند برسوں میں انھوں نے اگرچہ بہت کم، لیکن بڑی نفیس اور دبیز شاعری کی ہے، جس میں واردات قلبی کو نفسیاتی رموز کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے، آپ کی غزلوں کا ایک خصوصی مطالعہ ماہنامہ "مریخ" پٹنہ نے قریب تین سال قبل شائع کیا تھا۔

ان حقائق کے پیش نظر اردو ادب کو محسن صاحب سے یہ توقع ہے کہ وہ اپنے ۴۰ سال پرانے افسانوں کی اشاعت کے بعد ایک بار پھر اردو افسانہ نگاری کی طرف متوجہ ہوں گے اور آئندہ ادبی کاوشوں کے ذریعے اپنے فن کے ابتدائی مضمرات کو پورے طور پر بروئے کار آنے کا موقع دیں گے۔ اگر ایسا ہو سکا تو اردو افسانہ نگاری میں چند ایسے افسانوں کا اضافہ متوقع ہے جو اپنی روایت آپ بنائیں گے، ایسی روایت جو قومی کیا، بین الاقوامی سطح پر اردو ادب کے وقار میں اضافہ کرے گی۔ لیکن محسن صاحب افسانہ نگاری کے لئے آئندہ جب بھی قلم اٹھائیں گے تو ایک نکتۂ خاص کی طرف ضرور التفات

کریں، وہ یہ کہ زندگی میں جہاں فرد کی کچھ جبلتیں ہوتی ہیں وہیں سماج کی کچھ قدریں بھی ہوتی ہیں، اور انسانی تہذیب کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ جبلتیں قدروں کے تحت پروان چڑھیں نہ کہ ان کی قیمت پر، ورنہ انسان اور حیوان کے درمیان عملاً کوئی فرق نہیں رہ جائے گا خواہ وہ مارکس کا معاشی حیوان ہو یا فرائڈ کا نفسیاتی حیوان۔ میں یہ محسن گسٹری "ادھوری مسکراہٹ" کے ایک افسانے "باغی" کو خصوصیت کے ساتھ سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں، جس کا بھیانک انجام جبلت حیوانی کا اظہار ہو تو ہو مگر قدر انسانی کا اظہار ہرگز نہیں۔ بلاشبہ یہ اور دوسرے افسانوں میں جو بھیانک انجام ہے اس سے افسانہ نگار کا فنی مقصد موضوع پر قارئین کی توجہ زیادہ سے زیادہ اثر انگیزی کے ساتھ مرکوز کرانا ہوگا، لیکن ادب میں فن کی جمالیات کے ساتھ فکر کی اخلاقیات کا امتزاج بھی ضروری ہے ورنہ ادب عالیہ کی تخلیق نہ ہو سکے گی۔

بہرحال، "ادھوری مسکراہٹ" کے افسانے بھی اپنی جگہ اردو ادب میں ایک منفرد اہمیت رکھتے ہیں اور گرچہ مجموعی طور پر اردو افسانہ پچھلے تیس برسوں میں بہت آگے بڑھ چکا ہے لیکن نفسیاتی مطالعات میں "ادھوری مسکراہٹ" نے جہاں اسے چھوڑا تھا ابھی وہیں کھڑا کسی محسن کا انتظار کر رہا ہے۔ اب یہ محسن صاحب پر منحصر ہے کہ وہ اردو افسانہ نگاری میں اپنے اس امتیاز کو قدر دوم ہی تک رہنے دیتے ہیں یا قدر اول تک لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ "ادھوری مسکراہٹ" بہت ہی نفیس افسانوں کا مجموعہ ہے لیکن اردو ادب کو اسی قسم کے عظیم افسانوں کی اشد ضرورت ہے۔

(صفحہ ۶ سے آگے)

کی خدمات انجام دیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج جامعہ اردو کے سیکڑوں مراکز ہیں۔ ذاتی عمارت ہے۔ علوی صاحب کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا اور ان کا نام اتنی جلد بھلا یا جانا احسان فراموشی ہے۔ علوی صاحب مرحوم کی خدمات سے واقف کار حضرات بفضلہ بقید حیات ہیں۔

علوی صاحب مرحوم کے بعد کئی رجسٹرار ہوئے مگر افسوس کہ دفتری نظام کو درست نہ کر سکے۔ نہ تو نتائج وقت سے شائع ہوتے ہیں اور نہ خطوط کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

کیا جامعہ اردو اپنے مرحوم خادم کی خدمات کا اعتراف اور دفتری نظام میں سدھار کرے گی۔

اوجین۔ سلطان احمد صدیقی، اوجین

کتابیں ملیں

(ہماری زبان میں تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

۱۔ آئینہ اور پرچھائیں۔

مصنف: بی کرشن اشک

پتہ: بی کرشن اشک، انگریزی ڈیپارٹمنٹ، پنجاب یونیورسٹی رہتک۔

صفحات: ۱۶۰ - قیمت: دس روپے

۲۔ ادراک۔

مصنف: شمیم احمد

پتہ: شمیم احمد صدر شعبۂ اردو، مولانا آزاد کالج اورنگ آباد، مہاراشٹر۔ دکن پبلیشرز اورنگ آباد۔

۳۔ غبار خیال۔

مصنف: مرزا محمد زماں آزردہ

پتہ: مرزا محمد زماں آزردہ حسن آباد، رعناواری سری نگر ۳، کشمیر

صفحات: ۱۱۲ - قیمت: تین روپے

۴۔ معتوب زبان ٹھہری۔

مصنف: معین اعجاز

پتہ: معین اعجاز صاحب ۵/۱ ڈرائیور کوارٹر، کانتا پوکھر، کلکتہ ۲۳

صفحات: ۳۲ - قیمت: پچھتر پیسے

مراسلات

میرؔ کے مندرجہ ذیل شعر کا مطلب

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

کسی زمانے میں رواج تھا کہ محبوب سے جدا ہوتے وقت عاشق اس کا چھلّا یا انگوٹھی لے کر اپنے پاس رکھ لیا کرتا اور جب اس کی یاد بہت ستاتی تو اسی چھلّے یا انگوٹھی کو گرم کر کے اپنے جسم کو داغ دیتا۔ اس سے عاشق کو سکون ملتا۔ گل کھانا بھی محاورہ ہے۔

اب میرؔ کا شعر دیکھئے۔ عاشق نے محبوب کی جدائی کے غم کی شدت سے بے چین ہو کر اپنے ہاتھ کو اس کے چھلّے سے داغ دار بنا رکھا ہے۔ داغ دائرے کی شکل کے ہیں اس لئے آنکھوں سے مشابہ ہیں۔ ان داغوں کا تعلق محبوب سے ہے اس لئے آنکھ کی شکل کے سر دائرہ نما داغ کو دیکھ کر عاشق کا ذہن اس کی آنکھوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ نرگسی آنکھ اردو شاعری میں انتہائی خوبصورت آنکھ کو کہا جاتا ہے اور محبوب کی آنکھوں کو اکثر نرگس سے تشبیہ دی جاتی ہے یا استعارۃً نرگس کہا جاتا ہے۔

داغ تسکین کا ذریعہ بھی ہیں اور ان سے محبوب کی یاد بھی وابستہ ہے اس لئے وہ عاشق کو اور بھی بھلے لگ رہے ہیں (کھلنا ۔ زیبا لگنا ، اچھا لگنا ، بھلا لگنا)

ہاتھ کو دستہ نرگس یعنی نرگس کے پھولوں کا گلدستہ کہہ کر ایک طرف تو شاعر نے محبوب کی جدائی کے غم کی شدت اور دوسری طرف اس کی یاد میں کھائے گئے داغوں کی کثرت دکھائی ہے۔

ہاتھ اور دستہ میں رعایت لفظی ہے۔

لکھنؤ۔ • اطہر مسعود رضوی

انجمن اردو مترجمین

اردو مترجموں میں اشتراک و تعاون، ترجمے کے معیار کی بہتری اور اردو میں اصطلاح سازی کے کام میں ہم آہنگی کی خاطر کل ہند پیمانے پر اردو مترجموں کی ایک تنظیم بنائے جانے کی میری تجویز (مطبوعہ ہماری زبان ۲۲ر ستمبر ۱۹۷۳ء) کا مختلف اطراف سے خیر مقدم کیا گیا ہے۔ جناب حسرت سہروردی اور جناب رشید الدین نے ہماری زبان کے کالموں کے ذریعے اور متعدد افراد نے تحریری و زبانی طور پر دلچسپی لے کر ایسی تنظیم کو ضروری اور مفید قرار دیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی سربراہی میں "انجمن اردو مترجمین" کے نام سے ایسی ایک تنظیم کی شروعات کی گئی ہے اور ممبر سازی کا سلسلہ جاری ہے جس کی تفصیلات آئندہ ان ہی کالموں میں پیش کی جاتی رہیں گی۔

مختلف ریاستوں کے محکمۂ اطلاعات اور شعبۂ لسانیات یا کسی دوسرے ادارے میں اردو ترجمے کے کام سے ملی یا نجی طور پر کسی بھی ہندوستانی یا غیر ملکی زبان سے اردو میں ترجمے کا کام کرنے والے افراد سے گزارش ہے کہ وہ اس کام کو آگے بڑھانے میں اپنا بھرپور تعاون پیش کریں، انجمن اردو مترجمین کے خود بھی ممبر بنیں اور دوسرے متعلقہ لوگوں کو بھی اس کے لئے آمادہ کریں۔ رکنیت کے فارم حسب ضرورت جلد طلب کرلئے جائیں تاکہ تمام پہلوؤں اور مسئلوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آئندہ دسمبر میں انجمن ترقی اردو کی ہونے والی کل ہند کانفرنس کے موقع پر انجمن اردو مترجمین کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد کرنے کے لئے کچھ ٹھوس تدابیر اور اقدامات اختیار کئے جاسکیں۔

دہلی۔ • سید محمود نقوی

جامعہ اردو علی گڑھ

"ہماری زبان" کے پچھلے شمارہ میں استاد محترم پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کا خطبہ شائع ہوا تھا۔ جس میں جامعہ اردو آگرہ کے تقسیم کے بعد علی گڑھ آنے اور توسیع اور ترقی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس میں دانستہ یا نادانستہ سید ظہیر الدین علوی صاحب کی خدمات جلیلہ کا اعتراف نہیں کیا گیا ہے جنھوں نے اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے محنت کر کے جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کو یونیورسٹیز سے تسلیم کرایا۔ نئے نئے مراکز قائم کئے اور ہر شہر میں جامعہ اردو کے ہمدردوں اور کارکنوں کا حلقہ قائم کیا۔ زندگی بھر جامعہ اردو

(باقی صفحہ ۸ کالم ۱)

انجمن کی خبریں

این ای ریلوے میں اردو رائج کرنے کا مطالبہ

گورکھپور :۔ انجمن ترقی اردو ہند کی گورکھپور شاخ کے ایک جلسے میں مطالبہ کیا گیا کہ این۔ ای۔ ریلوے کا ٹائم ٹیبل اردو زبان میں بھی شائع کیا جائے۔ اس ریلوے کے تمام اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور اس سلسلے میں اردو اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ ریلوے کے سبھی پریس نوٹ اردو اخبارات کو اردو زبان میں مہیا کئے جائیں اور اس کے تمام اسٹیشنوں پر اسٹیشن کا نام اردو زبان میں بھی لکھا جائے۔

ڈاکٹر احمر لاری سکریٹری انجمن نے کہا کہ این۔ ای۔ ریلوے اترپردیش اور بہار کے اس علاقے سے گزرتی ہے جہاں اردو پڑھنے بولنے اور سمجھنے والوں کی کثیر تعداد ہے اور جناب جاذب نعمانی جوائنٹ سکریٹری نے ریلوے اسکولوں میں اردو پڑھانے کا کوئی انتظام نہ ہونے پر جلسہ کی توجہ مبذول کرائی۔

جناب عاصم نے بتایا کہ ریلوے کے نائب وزیر جناب شفیع قریشی نے میرے سامنے این۔ ای۔ ریلوے کے جنرل منیجر سے کہا تھا کہ اردو اخبارات کے نمائندوں کو ریلوے کی خبریں اردو زبان میں مہیا کرنے کا انتظام کیا جائے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اردو اسٹاف کی کمی کے باعث اور ریلوے بورڈ کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ممکن نہیں۔　　　• نامہ نگار

اردو صحافیوں اور ادیبوں کی معاشی حالت بہتر بنانا ضروری

حیدرآباد :۔ انجمن ترقی اردو ضلع حیدرآباد کے صدر جناب پی نرسمہوان ریڈی نے اردو زبان کی ترقی و فروغ کے لئے اردو صحافیوں اور ادیبوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے پر زور دیا اور کہا کہ صحافیوں اور ادیبوں پر ہی کسی بھی زبان کی ترقی کا دارومدار ہوتا ہے اور اگر یہ خود ہی کسمپرسی اور مالی پریشانیوں کا شکار رہیں تو زبان کی ترقی پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔ انھوں نے کاچی گوڑہ میں منعقدہ نوجوان ادیبوں کی

نئی تنظیم بھارت ینگ اردو رائٹرس اسوسی ایشن کے جلسہ میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ محض سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول کی خاطر اردو کو کسی خاص مذہب کی زبان قرار دینا نامناسب بات ہے جبکہ اردو، ہندی کے بعد ہندوستانی عوام کے مابین قومی یکجہتی کے فروغ اور فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے رابطہ کا کام انجام دے رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جدوجہد آزادی میں بھی اردو زبان کا جو کردار رہا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

انھوں نے کہا کہ ہر ضلع میں بالخصوص ضلع میدک میں اردو ذریعہ تعلیم کا ایک ایک جونیر کالج قائم ہونا چاہئے۔

• نامہ نگار

ملاڈ (بمبئی) میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام

بمبئی۔ جناب ایس۔ ایم زیدی اور جناب یحییٰ رضا صاحب کی کوششوں سے ملاڈ (بمبئی) میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم ہوگئی ہے جس کے لئے مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے ہیں۔

صدر :۔ جناب تیغ عثمانی۔ نائبین :۔ ۱۔ جناب عبدالستار عبدالکریم شیخ۔ ۲۔ جناب تحسین پوری۔ ۳۔ جناب اصغر آرہ بارہ بنکوی۔ ۴۔ جناب محمد بھائی چوہان۔ جنرل سکریٹری۔ جناب عبداللہ زاہد۔ نائبین :۔ ۱۔ جناب محمد طاہر شاہ۔ ۲۔ جناب اقبال احمد خاں۔ ۳۔ جناب عزیز آذر۔ ۴۔ جناب محبوب عالم انصاری۔ خازن۔ جناب یٰسین باغی۔

ان کے علاوہ مزید ۱۲ حضرات پر مشتمل انجمن کی عاملہ رکن منتخب ہوئے۔　　　• عبداللہ زاہد جنرل سکریٹری

انجمن ترقی اردو بنارس کا تعزیتی جلسہ

بنارس :۔ انجمن ترقی اردو بنارس کے زیر اہتمام ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں ملک کے نامور مورخ ڈاکٹر تارا چند، مشہور ترقی پسند ادیب ڈاکٹر سجاد ظہیر کی وفات پر اظہار رنج و ملال کیا گیا۔ ان دونوں کی وفات کو اردو زبان کے ناقابل تلافی نقصان اور علمی دنیا میں ایک نہ پر ہونے والا خلا تصور کیا گیا۔ نیز اس موقع پر انجمن ترقی اردو بنارس کے جنرل سکریٹری جناب داتا رسول کی اہلیہ کے انتقال پر بھی رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور سب کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

• شیونا تھ پرشاد

اخباروں سے تراشے

کسی ریاست کو دو لسانی بنانے میں قباحت نہیں

نئی دہلی:۔ کانگریسی اقلیتی مورچہ کی درکرس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے شری ہیم وتی نندن بہوگنا جو اب اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ ہیں نے کہا کہ میرے نزدیک کسی ریاست کو دو زبانی قرار دینے سے نہ کوئی قباحت ہے اور نہ انتظامیہ کو کسی قسم کی دشواری ہو سکتی ہے اور میں اس بات سے بھی خوف زدہ نہیں ہوں کہ اقلیتوں کو ان کے حقوق دینے سے ملک کی اکثریت ناراض ہو جائے گی بلکہ ہمیں گاندھی جی اور رابندر ناتھ ٹیگور کی پیروی کرنا چاہیے۔ گاندھی کا قول تھا کہ چاہے اکیلا چلنا پڑے لیکن سچی بات کہنے سے ہمیں گریز نہ کرنا چاہیے۔

• الجمعیۃ، دہلی

یوپی میں اردو کو اس کا مناسب مقام دیا جائے گا

لکھنؤ:۔ یو۔پی اسمبلی پارٹی کا لیڈر منتخب ہونے کے بعد زبان سے متعلق پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے جناب ہیم وتی نندن بہوگنا نے اردو کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ اردو کو اس کا مناسب مقام دیا جائے گا۔ اردو ایک جاندار زبان ہے اور نہ صرف ایک خاص طبقہ کی بلکہ دوسرے بہت سے لوگوں کی بھی زبان ہے۔

• الجمعیۃ، دہلی

اردو کو نقصان نہ پہونچنے دیا جائے گا

لکھنؤ:۔ یوپی کے چیف منسٹر بہوگنا نے لکھنؤ کے اے۔آئی۔آر اسٹیشن سے اپنی پہلی نشری تقریر میں لسانی تنازعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ لسانی تنازعات بھی ریاستی امن و امان کے لئے نقصان دہ ہیں۔ ہندی سرکاری زبان ہے اسے ہر ممکن ترقی دی جائے گی۔ لیکن یوپی اردو کا بھی گھر ہے یہاں کے شعرا نے آزادی کا پرچم بلند کیا۔ حصول آزادی کے بعد ہم اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ اردو کو کوئی نقصان پہونچے۔ اردو ہندی میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کیونکہ کھڑی بولی کے جنم داتا ایک مسلمان یعنی حضرت امیر خسرو ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ وہ گمراہ کن پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں۔

• الجمعیۃ، دہلی

اردو دوستی اردو کے مستقبل کے لئے نیک علامت

دلّی:۔ بزم ادب کروڑی مل کالج کے سالانہ جلسہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب آنند نرائن ملا نے کہا کہ ملک میں اردو دوستی کی جو نئی لہر آئی ہے، وہ اردو کے مستقبل کے لئے ایک مبارک علامت ہے۔ ملا صاحب نے اردو والوں کو اشاعت اردو کے کام کی طرف متوجہ کیا اور اراکین شعبۂ اردو کروڑی مل کالج کو ان کوششوں کے لئے مبارکباد دی جو گذشتہ سات سال سے کالج کے اردو سے ناواقف طلبہ و طالبات کو اردو سکھانے کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے اپنے خطبۂ صدارت میں بزم ادب کے گزشتہ کارناموں پر روشنی ڈالی۔

• الجمعیۃ، دہلی

ہندی صوبوں میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کا مطالبہ

لکھنؤ:۔ یہاں اردو کے غیر مسلم اہل علم و قلم اور ارباب فکر و دانش کے ایک عظیم نمائندہ اور تاریخ ساز اجتماع میں بالاتفاق اعلان کیا گیا کہ اردو ہندوستان کی زبان ہے، ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں کی زبان ہے۔ ملک کی مقبول اور ہر دل عزیز زبان ہے اور اسی حیثیت سے اس کو ملک بھر میں پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے کا حق ہے۔

آل انڈیا غیر مسلم اردو مصنفین کی کانفرنس میں اردو زبان کے غیر مسلم ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، قلم کاروں، فنکاروں اور نامہ نگاروں کے اس کل ہند اور نمائندہ اجتماع کی دو روزہ تقریبات کا آغاز ۱۰ رنومبر کو اردو کے مشہور اور ممتاز شاعر، پارلیمنٹ کے ممبر اور الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جج پنڈت آنند نرائن ملا کے زیر صدارت ہوا اس میں شرکت کے لئے ملک کے گوشہ گوشہ سے غیر مسلم حضرات یہاں پہنچے۔

پنڈت آنند نرائن ملا نے اپنے خطبۂ صدارت میں اردو زبان کی جامعیت، ہمہ گیری اور مقبولیت پر خاص روشنی ڈالتے ہوئے اس کو اس کا آئینی اور قانونی حق دینے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے

تمام سیاسی جماعتوں اور لیڈروں سے اپیل کی کہ اردو کو کسی خاص فرقہ یا مذہب کی زبان نہ سمجھا جائے۔ یہ پورے ملک کی زبان ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو کے ساتھ گزشتہ ۳۰ برسوں میں بڑی بے انصافی کی گئی جس کی وجہ سے وہ پچھڑ گئی۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ عوام اردو کے مطالبات کی حمایت کریں۔ انھوں نے حکومت سے اردو کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ سرکاری افسران کو اردو کا کوئی نہ کوئی امتحان ضرور پاس کرنے کی ہدایت کی جائے۔ تاکہ وہ اردو میں درخواست کو پڑھ کر اردو میں جواب دے سکیں۔

بحث و مباحثہ کے بعد ڈیلی گیٹوں کے اجلاس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں۔ ان میں سے ایک کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا کہ ان تمام صوبوں میں جہاں ہندی کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو کو دوسری زبان کی حیثیت سے رائج کر دینا چاہئے۔ ایک اور تجویز کے مطابق آل انڈیا ریڈیو کے اردو پروگرام کے اوقات میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جن صوبوں کی سرکاری زبان ہندی ہے۔ وہاں کے سرکاری ملازمین کے لیے اردو جاننا لازمی قرار دیا جائے۔ یونیورسٹیوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اردو میں پرائیویٹ امتحان دینے کی سہولت مہیا کریں۔ ایک تجویز میں کہا گیا کہ ملک کے ان تمام صوبوں میں اردو بولنے والوں کا شمار کیا جانا چاہئے۔ جہاں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ • سیاست جدید۔ کانپور

اردو کے مخالف ملک کے دشمن ہیں

لکھنؤ: غیر مسلم اردو رائٹرز کی کل ہند کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ اردو کے مشہور شاعر جناب آنند نرائن ملا نے کہا کہ تقسیم سے دس سال قبل لیڈروں کے درمیان اختلافات کے باعث اردو کو زبردست نقصان پہنچا تھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ کانفرنس اردو کے مقدمے کے لئے لڑے گی۔ انھوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اردو کی مخالفت کے باوجود اردو بولنے والے افراد کی تعداد میں گزشتہ تیس برسوں کے دوران ۶۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فراق گورکھپوری نے کہا کہ اردو ایک بے حد خوبصورت زبان ہے لہذا ہندی کی خاطر اردو کی مخالفت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اسی زبان نے ہندی یا ہندوستانی زبان کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے یہی زبان عام لوگوں کی زبان ہے۔

جناب کرشن چندر نے کہا کہ اردو کی مخالفت کرنے والے عناصر ملک کی ثقافت اور خود ملک کے دشمن ہیں۔

• دعوت۔ دہلی

اردو اساتذہ کے مطالبات

لکھنؤ: اردو اساتذہ کے ایک ۵ رکنی وفد نے گورنر کے مشیر اوّل جناب ستیش چندرا سے مل کر اردو اساتذہ کی مشکلات، مسائل نیز ان کے ساتھ ہونے والی دیگر ناانصافیوں اور شکایات پر مشتمل ایک توجہ نامہ پیش کیا۔

توجہ نامہ میں کہا گیا ہے کہ ڈائرکٹر تعلیمات (بیسک) کی واضح ہدایات کے باوجود اردو کے غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو ہنگامی بھتہ، انٹرم ریلیف وغیرہ بھتے نہیں دئے جا رہے ہیں۔

یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ اردو میڈیم میں داخلے کے جملہ اختیارات اردو اساتذہ کو دئے جائیں۔ استادوں اور استانیوں کا تعین قریب ترین مقامات پر کیا جائے۔ اور اردو اساتذہ کے لئے اردو کی مراسلاتی ٹریننگ کا فوراً بندوبست کیا جائے۔

جناب ستیش چندرا نے وفد کی باتوں کو توجہ سے سنا اور یقین دلایا کہ ان کے ساتھ ہونے والی بے انصافیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی اور انھوں نے محکمہ تعلیم کے افسران سے جواب طلب کرنے کی ہدایات بھی جاری کر دی ہیں۔

قومی آواز۔ لکھنؤ

دوسرے اداروں کی خبریں

آل آندھرا اردو مجلس کا جلسہ اور تجاویز

گنٹور:۔ یہاں آل آندھرا اردو مجلس کا ایک جلسہ عام شاعر آندھرا عبدالستار اتیدی کی صدارت میں منعقد ہوا جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مجلس کے معتمد عمومی جناب غالب ندائی نے اردو کی بین الاقوامی حیثیت پر روشنی ڈالی اور اس کو مغربی ایشیا کے ممالک سے بہتر تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بتایا۔ اس موقع پر گنٹور کے مشہور شاعر جناب عبدالستار اتیدی کو "شاعر آندھرا" کا ادبی خطاب بھی دیا گیا۔ جلسہ میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔

(۱) ریاستی حکومت سے درخواست کی جائے کہ گنٹور کے گورنمنٹ اسکول میں لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اردو سیکشن کھولا جائے کیونکہ تربیت یافتہ اردو اساتذہ کی کمی کی وجہ سے درجنوں اردو پرائمری اسکول بند ہوتے جا رہے ہیں۔

(۲) اردو میڈیم اسکولوں کے لئے سنہ ۱۹۸۲-۸۳ء کے سلیبس کے مطابق تمام مضامین سے متعلق اردو نصابی کتابوں کو فراہم کیا جائے۔

(۳) ہر قسم کے اردو میڈیم اسکولوں میں غیر اردو داں ہیڈ ماسٹروں کا تقرر نہ کیا جائے۔

(۴) مرکزی حکومت سے درخواست کی جائے کہ وجیاواڑہ ریڈیو اسٹیشن سے کم از کم ہر ہفتہ ایک گھنٹہ اردو پروگرام کے لئے متعین کیا جائے۔

(۵) آندھرا یونیورسٹی میں اردو چیئر قائم کی جائے

(۶) ریاستی حکومت سے جملہ ریاستی لائبریریوں میں اردو کتابیں فراہم کرنے کی درخواست کی جائے۔

(۷) مرکزی حکومت سے درخواست کی جائے کہ ریاست کے سب ریلوے اسٹیشنوں کے نام اردو میں بھی لکھے جائیں۔

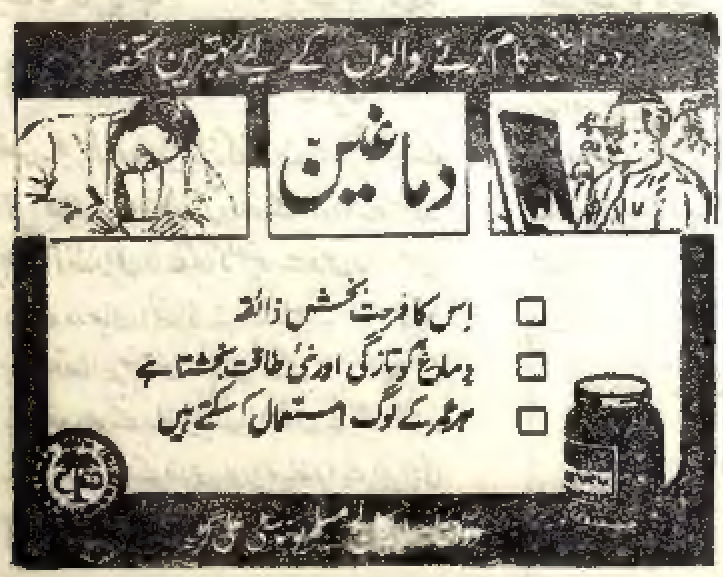
(۸) ریاستی حکومت سے درخواست کی جائے کہ ریاست کے سب سرکاری اور امدادی اسکولوں میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔

• محمد غالب ندائی۔ وساکھاپٹنم جنرل سکریٹری

ڈاکٹر افتخار احمد فخر کے اعزاز میں پارٹی

جلگاؤں:۔ ایم جے کالج جلگاؤں کے پروفیسر افتخار احمد فخر (صدر شعبہ اردو) کو ان کے مقالہ "تحقیق "سیماب اکبرآبادی اور دبستان سیماب" پر پونہ یونیورسٹی (پونہ) سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری عطا ہونے پر کالج کے اسٹاف نے "ہوٹل مودا کو" میں شاندار پارٹی دی۔ اس موقع پر کالج کے پرنسپل اور پروفیسروں نے ڈاکٹر افتخار احمد فخر کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ آخر میں ڈاکٹر فخر نے اپنے کام کی نوعیت اور مشکلات پر روشنی ڈالنے کے بعد بانیان تقریب کا شکریہ ادا کیا۔ • شبیر اقبال دھولیہ

ایک گذارش: "ہماری زبان" کے خریدار اور ممبر حضرات سے گذارش ہے کہ وہ فیس ادا کرنے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ ضرور تحریر کریں۔ • محاسب



(صفحہ ۱۲ سے آگے)

مسالک کے لئے گنجائش نکال لیتی ہے، گو وہ کسی ایک طریقے کی پوری طرح اسیر نہیں۔

نظیر کے یہاں زندگی کا بے پایاں تنوع بھی ہے، ایک طرح کی واقعیت پسندی بھی اور جمہوریت کا رس بھی۔ وہ ہر اس چیز سے دلچسپی لیتے ہیں، جو معمولی سے معمولی انسانوں کے تار نظر کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ وہ ہر طرح کے پیشہ وروں، ہر نوع کے کھیل تماشوں، ہر قسم کی رنگ رلیوں سے اپنے دل کو بہلانے کا فن جانتے ہیں۔ ان کے دل کی کلی ہر اس منظر کے مشاہدے سے کھل اٹھتی ہے، جس میں ان کی ملاقات ان سیدھے سادے، توہم پرست اور بے جھجک انسانوں سے ہو، جو ہمارے چاروں طرف گاؤں اور شہروں میں بسے ہوئے ہیں۔ نظیر کی ایک نظم "بلدیو جی کا میلہ" ہے، اس میں سے یہ بند ملاحظہ کیجئے:

ناچ اور رنگ کے کھڑکے ہیں　　گھنگھرو اور تال کے جھنکاتے ہیں
نقلیں، نقشے، کہانی سا کے ہیں　　گھنڈ دوہرے، گیت کتھا کے ہیں
کہیں آغوش کے لپاکے ہیں　　کہیں بوسوں کے سو چھپاکے ہیں
ٹھٹھ ٹھٹھری دانت پر کڑکا کے ہیں　　ہنس پہ جاڑے کے سو تڑاکے ہیں
رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلہ ہے

یہاں منظر نگاری بھی قابل توجہ ہے اور وہ غیر رسمی شعری زبان بھی جو نفس مضمون سے میل کھاتی ہے۔ ایک اور نظم "ہولی کی بہاریں" ہے، جس میں زیادہ تر زبان کے استعمال سے پابندی کے اس احساس کے ہٹ جانے کو نمایاں کیا گیا ہے، جو اس موقع سے مخصوص ہے۔ اور رنگ کے اس سیلاب کی پرچھائیاں بھی دکھاتی ہیں، جس میں اس تہوار پر انسانوں کا غول بیابانی اپنے آپ کو ڈبو کر مسرت اور ترنگ کے رنگ الاپتا ہے۔ ایک بند ملاحظہ کیجئے:

گل زار کھلے ہوں پریوں کے اور مجلس کی تیاری ہو
کپڑوں پر رنگ کے چھینٹوں سے خوش رنگ عجب گلکاری ہو
منہ لال، گلابی آنکھیں ہوں، اور ہاتھوں میں پچکاری ہو
اس رنگ بھری پچکاری کو انگیا پر تک کر ماری ہو
سینوں سے رنگ ڈھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

موسموں پر اور جو نظمیں ہیں، ان میں "برسات کی بہاریں" اور اسی، تہواروں پر نظموں میں آگرے کی تیراکی، جانوروں پر نظموں میں ریچھ کا بچہ، اور اسی طرح مفلسی، پیسا نامہ، چپاتی نامہ، کوڑا برتن وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن پر نظر ختم کردہ جاتی ہے۔

لیکن نظیر محض مشاہدے پر قناعت نہیں کرتے۔ ان کی نظموں میں ایک واضح احساس زندگی کی بے وقتی کا بھی ملتا ہے: جسے بائبل کی زبان میں VANITY OF VANITIES: ALL IS VANITY کہہ سکتے ہیں" اور موجودہ محاورہ میں زندگی کے لایعنی (ABSURD) ہونے کا شعور۔ اس کا بین اظہار جہیں "فنا نامہ" میں ملتا ہے۔ اور بہت زیادہ معروف اظہار "بنجارہ نامے" میں۔ موخر الذکر نظم یوں شروع ہوتی ہے:

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارہ
کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شتر کیا گونیں پلا، سر بھارا
کیا گیہوں، چاول، موٹھ، مٹر کیا آگ دھواں کیا انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

اس سے منسلک دو احساسات اور ہیں، ایک انسان بہ حیثیت انسان پختہ یقین یعنی یہ عقیدہ کہ انسان اپنے تمام امتیازات اور ہر طرح کی تفریق کے باوجود کل کا ایک جزو ہے، اور امتیازات کی یہ دیواریں ہم نے اپنے ہاتھوں اٹھائی ہیں اور ہمیں انھیں منہدم بھی کر سکتے ہیں۔ "آدمی نامہ" اسی احساس سے پر ہے۔ نظم کا ابتدائی بند یہ ہے:

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

(باقی آئندہ)

"ہماری زبان"
سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

اسلوب احمد انصاری

میرا صفحہ

نظیر اکبر آبادی اردو کے ایک دلچسپ شاعر ہیں. گو ان کی نطانت غزل کے مروجہ سانچوں میں ظاہر ہوئی ہے. مگر ان کی زیادہ اہمیت اس میں ہے کہ انھوں نے نظم کے فارم کو اپنے تجربات اور مشاہدات کے ابلاغ کے لئے استعمال کیا. ہماری زبان کے ادبی مزاج پر شروع سے غزل اور قصیدہ کا رنگ غالب رہا. قصائد تو اب شاذ و نادر ہی کہے جاتے ہیں مگر غزل کی چاہت کچھ ایسی گھٹی میں پڑی ہے کہ اس سے کسی طرح مفر ممکن نہیں. اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے شاعروں کی بہترین صلاحیتیں حالی کے دور سے لے کر تا حال غزل ہی کے رموز و علائم کے پیرائے میں ظاہر ہوئی ہیں. لیکن غزل عشق گن ہونے کے باوصف تجربے کے اظہار کے تمام پہلوؤں پر حاوی نہیں ہے. اور نہ زندگی کے خارجی مظاہر کی ترجمانی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کر سکتی ہے. اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ اردو میں نظم نگاری کا چلن نہیں رہا. مثنوی کے فارم میں ہمیں زندگی کی جھلکیاں تواتر اور تسلسل کے ساتھ ملتی ہیں. اور تجربات کا براہ راست اظہار ملتا ہے. اسی سے ملتا جلتا حال ان مرثیوں کا ہے، جن میں انہیں نے خاص طور پر بیانیہ یعنی (NARRATIVE) کے نہایت موثر اور دلکش نمونے پیش کئے ہیں. ان میں تاریخی واقعیت بھی ہے، حسن کاری اور نظم و ضبط بھی، اور جذبات کے ایسے ارتعاشات بھی، جن سے دلوں کو گرمانے کا کام لیا گیا ہے. لیکن مثنوی اور مرثیے میں قوت بیانیہ کے اچھے اور ستھرے نمونوں کے باوجود نظیر کا کارنامہ اپنی ایک انفرادیت رکھتا ہے.

نظیر کے بارے میں ایک عرصے تک ایک غیر ہمدردانہ رویہ اپنایا گیا. اور ان کی نظموں پر ابتذال اور سوقیت کا الزام لگا کر انھیں درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا. اس کے خلاف ردعمل کے طور پر بعض جدید نقادوں نے ان کی بہت سی نظموں میں مجازیہ (ALLEGORICAL) اور تمثیلی رنگ تلاش کئے. اور یہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں لگے رہے کہ نظیر سے بہتر کسی نے روح عصر کی ترجمانی کی اور نہ ان کے بقول کثیر ترین مخلوق کے لئے شاعری کو قابل قبول بنا کر تخلیقی ادب کے بنیادی مقصد کو حاصل کیا. یہ دونوں نقطہ ہائے نظر زیادہ تر غلط کا شکار ہیں، اور نظیر کے بارے میں ایک گمراہ کن (APPROACH) کو پیش کرتے ہیں. نظیر اکبر آبادی کا امتیاز اس میں ضرور ہے کہ انھوں نے غزل گو شاعر کے برعکس، جو من کی دنیا میں ہمہ تن ڈوبا رہتا ہے، ہمیں شہروں اور دیہاتوں کی اس وسیع کائنات سے جس میں لاکھوں بندگان خدا ہر وقت سانس لیتے ہیں، اپنا رشتہ استوار کرنے کی ترغیب دی. لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہ ہوگا کہ شاعری کے تخلیقی عمل کے لئے محض بیرونی اشیاء کا مشاہدہ ہی کافی ہے. حق بات تو یہ ہے کہ بڑی شاعری مشاہدات کو تخیلات کی بنیاد بھی بناتی ہے، اور بعض اوقات مشاہدے سے مستغنی ہو کر تخیل اور وجدان کے سہارے ایسی ان دیکھی دنیاؤں کی تعمیر بھی کرتی ہے، جن کی رفعت، عظمت اور ہمہ گیری مسلم ہے.

لیکن اس میں شک نہیں کہ نظیر کی شاعری ہمیں چونکاتی ہے، اور وہ شخصیت بھی جو ان کی نظموں سے جھانکتی نظر آتی ہے. یہ شخصیت کیا اور کیسی ہے؟ یہ ایک آزاد منش کی شخصیت ہے، جو کسی مذہب اور عقیدے کا پابند نہیں. جو اپنے گرد و پیش کی ہر شے سے وابستگی محسوس کرتا ہے؛ جسے خواص سے کہیں زیادہ عوام مرغوب ہیں، جس کا دل ہر اس چیز میں اٹکا ہوا ہے جسے ہم روزانہ برتتے ہیں، وہ پر تصنع اور سو فسطائی انسانوں سے زیادہ ان گراں، نیم متمدن لیکن فطری اور بے ساختہ انسانوں اور ان کے معمولات کے ساتھ ہم آہنگی محسوس کرتا ہے، جنھیں تہذیب کے غازے اور اس کی ملمع کاری نے ابھی داغ دار نہیں بنایا ہے. وہ ہر اس شخص اور ہر اس شے کے باطن میں اتر جاتا اور اس سے موانست پیدا کر لیتا ہے، جو گھڑی بھر کے لئے اسے زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شریک ہونے کی دعوت دے. وہ کوئی عینیت پسند انسان نہیں، اور نہ وہ کسی بلندی یا دوری سے چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ تو ایک جوگی یا تماشبین ہے، جو ہر منظر کو ایک لمحہ ٹھٹک کر دیکھتا اور پھر اس کے پاس سے گزر جاتا ہے. لیکن اس کے رویے میں گہری ہمدردی ہے، اس کی طبیعت میں سوز و ساز اور اس کے ردعمل میں ایک چوکنا پن پایا جاتا ہے. اس کی نظریں ہر شے کے آر پار دیکھ سکتی ہیں. اس کے دل میں کینہ کپٹ نہیں ہے، اس میں دل آزاری، خود بینی اور خود پسندی نہیں، بلکہ ایک ایسی وسیع المشربی ہے، جو ہر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر س و پبلشر سید نقی حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا